ہر فرد کی قوت اور استعداد کو کمال تک پہنچانے کیلئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ اسے میسر ہونی چاہیئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ رجون ۱۹۶۹ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ اسلام کا اقتصادی نظام عبادت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔

☆ عبادت اور پرستش سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اَور کی نہیں کرنی۔

☆ قوتوں اور استعدادوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

☆ اسلام کے اقتصادی نظام میں کوئی تفریق نہیں ہوگی۔

☆ خالص اسلام کا اقتصادی نظام قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

میں نے پچھلے خطبہ میں بتایا تھا کہ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ جو اقتصادی نظام وہ دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے وہی ارفع اور برتر نظام ہے اور یہ اس لئے کہ اسلام کا اقتصادی نظام عبادت کے ان تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے جن کی طرف ہمیں اسلامی تعلیم متوجہ کرتی ہے۔

اگر ہم زیادہ تفصیل سے غور کریں اور اس مضمون پر سوچیں کہ عبادت کے سارے تقاضوں کا اسلام کے اقتصادی نظام سے کیا تعلق ہے تو ایک عظیم مضمون ہمارے سامنے آتا ہے۔

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ میں عبادت کے جس پہلے تقاضا کی طرف اشارہ کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ عبادت اور پرستش سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی نہیں کرنی جس کے معنے اسلامی تعلیم کی رو سے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے منزہ سمجھنا۔ دنیا کی تاریخ اور دنیا کے حالات پر نظر رکھتے ہوئے اس کے معنے یہ ہونگے کہ کسی بت کو خدا کا شریک نہیں ٹھہرانا۔ کسی انسان کو خدا کا شریک نہیں بنانا چاند اور سورج اور پیپل وغیرہ کے درختوں اور سانپوں اور پتھروں کو بھی خدا کا شریک نہیں بنانا نہ ہی اپنے نفس اپنی تدبیر اور اپنے مکروفریب کو خدا تعالیٰ کا شریک بنانا ہے۔

اس کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ ربوبیت اور الوہیت کی صفات کو خالصۃً لِلّٰہ قرار دینا یعنی ان صفات کو بجز ذات باری کسی اور میں قرار نہ دینا اور بظاہر جو ربوبیت کرنے والے ربّ اور فیض پہنچانے والے وجود ہیں انہیں بھی حقیقی رب تصور نہیں کرنا بلکہ ایسے وجودوں کو جو حقیقتاً ایک حد تک اس اسباب کی دنیا میں دوسروں کو فیض پہنچانے والے اور ان کی ربوبیت کرنے والے ہیں ان سب کو اللہ کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔ پس نہ ذات باری میں اور نہ صفات باری میں کسی کو شریک قرار دینا اور اس دنیا کو صفات باری کے جلوے ہی سمجھنا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس مضمون پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے کہ جو صفات اشیا ہیں وہ آثار صفات باری ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں ہر چیز کے اندر جو خصوصیت جو صفت جو اثر پایا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی نہ کسی صفت کا جلوہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی کا نام سنت اللہ یا قانون قدرت رکھا ہے۔

پس نہ ذات باری میں نہ صفات باری میں کسی دوسرے کو شریک قرار دینا ہے۔ یہ عبادت کا پہلا مطالبہ تھا ویسے اسلام کے ہر حکم میں عبادت کے ان تمام حقیقی تقاضوں کو مدنظر رکھا گیا ہے اسلام کا اقتصادی نظام بھی عبادت کے تمام تقاضوں کو مدنظر رکھ کر دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام کا اقتصادی نظام صفات باری کی بنیادوں پر اس طرح قائم کیا گیا ہے کہ ان صفات حسنہ کا اظہار بھی ہو اور ان میں کسی اور کے شریک ہونے کو برداشت بھی نہ کیا جائے۔ غرض خالصۃً صفات باری پر اسلام کے اقتصادی نظام کی بنیاد ہے میں چند مثالیں دے کر اس مضمون کو واضح کروں گا۔

جیسا کہ میں نے کہا ہے ساری صفات باری اسلام کے اقتصادی نظام میں جلوہ گر ہیں لیکن پہلی بڑی صفت جو اس نظام میں ہمیں جلوہ گر نظر آتی ہے جس کے اوپر میں سمجھتا ہوں کہ سارے نظام کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کی صفت ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بحیثیت رب کے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر شئی اور ہر جاندار کے اندر مختلف قوتیں اور استعدادیں پیدا کیں اور ہر شخص کے اندر ان قوتوں اور استعدادوں کی حد بندی کی پھر یہ کہ ہر قوت اور استعداد کی نشوونما کے سامان پیدا کئے ہر قوت کے لئے وہ چیز پیدا کر دی کہ جو اسے میسر آ جائے تو وہ قوت اپنے کمال کو پہنچ جائے اس کا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ ساری دنیا انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ دنیا میں جو کچھ بھی ہمیں نظر آتا ہے وہ اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ ہر فرد بشر کی تمام قوتوں اور استعدادوں کی نشوونما کو اس کے کمال تک پہنچایا جا سکے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اس کی قوت یا استعداد کو نشوونما تک پہنچانے کے سامان میسر نہیں تو وہ شخص مظلوم ہے اور اس کا حق مارا گیا ہے کیونکہ اللہ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ نے جو سامان اور جو اسباب اس کی قوتوں اور استعدادوں کی صحیح نشوونما کے لئے اور ان کے کمال تک پہنچانے کے لئے پیدا کئے تھے وہ اسے حاصل نہیں ہوئے۔

اسلام کا اقتصادی نظام ایک ایسا نظام ہے جس میں ہر فرد بشر کو ہر وہ چیز میسر آ جاتی ہے جو اس کی

قوتوں اور استعدادوں کے صحیح نشوونما کے لئے اور انہیں کمال تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے اور اس طرح اس کا حق مارا نہیں جاتا اس کے یہ معنے بھی ہیں کہ قوتوں کی غلط نشوونما کے لئے جس جس چیز کا انسانی ذہن یا اس کا معاشرہ مطالبہ کرتا ہے اسلام کے اقتصادی نظام میں وہ اسے میسر نہیں آئے گی کیونکہ وہ چیز اس کے لئے پیدا ہی نہیں کی گئی وہ اس کا حق ہی نہیں بنتا اس غرض کے لئے وہ قوت یا وہ چیز پیدا نہیں کی گئی ہے لیکن اس کی تفصیل میں میں بعد میں جاؤں گا۔

غرض اسلام کا اقتصادی نظام یہ نہیں کہتا کہ ضروریات زندگی کے لئے کم سے کم جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ ہمیں مہیا ہونی چاہئیں۔ اسلام کا اقتصادی نظام یہ کہتا ہے کہ ہر فرد کی قوتوں اور استعدادوں کی نشوونما اور انہیں کمال تک پہنچانے کے لئے زیادہ سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ اسے میسر ہونی چاہئے۔ سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت ہر دو میں اس چیز کا عام طور پر خیال نہیں رکھا گیا لیکن اسلام یہ کہتا ہے کہ ان قوتوں اور استعدادوں کی حفاظت کرنے اور انہیں انحطاط سے بچانے کے سامان بھی اللہ نے پیدا کئے ہیں اس لئے ہر وہ چیز جو اس ارتقا کے راستے میں روک ہے اس نشوونما کے راستے میں روک بنتی ہے اسے دور کرنے کا انتظام بھی اسلام کے پیش کردہ اقتصادی نظام میں موجود ہے مثلاً بعض دفعہ ہماری بیماری روک بن جاتی ہے۔ اگر چہ آدمی سنت اللہ کو نظر انداز کرتے ہوئے یا غفلت کی وجہ سے یا بعض دفعہ جان بوجھ کر خدا کے قانون کو توڑتے ہوئے وہ خود بیمار ہوتا ہے اس کے باوجود اس غافل انسان کی صحت کی ذمہ داری اسلام کے اقتصادی نظام نے اپنے ذمہ لی ہے صرف کپڑا اور روٹی اور مکان وغیرہ جو ہیں ان کو ہی ضرورت نہیں سمجھا گیا بلکہ ہر وہ چیز جس کی انسانی قوتوں اور استعدادوں کی حفاظت اور نشوونما اور ان کو کمال تک پہنچانے کیلئے ضرورت ہے اسلام کہتا ہے کہ وہ چیز مہیا ہونی چاہئے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ بعض بچے بڑے ذہین ہوتے ہیں (میں ایک ہی مثال دوں گا ورنہ یہ مضمون بڑا لمبا ہو جائے گا) اور ان کے ذہنی نشوونما میں گندی سوسائٹی اور گندا ماحول روک بن جاتا ہے اسلام کا نظام (اسے آپ اقتصادی نظام یا معاشرتی نظام کہہ لیں کیونکہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں) یہ کہتا ہے کہ اس کی قوتوں اور استعدادوں کی نشوونما میں بری صحبت روک بن رہی ہے اس لئے یہ روک دور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے سارے معاشرے کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ ایک دوسرے کی نگرانی کرنے والے ہوں۔

چھوٹی جماعتوں میں عام طور پر زیادہ خرچ نہیں ہوتا ماں باپ اتنا بوجھ برداشت کر سکتے ہیں لیکن بسا اوقات ایک بچے کو پوری غذا میسر نہیں آ رہی ہوتی لیکن وہ بڑے اچھے نمبر لے کر دسویں جماعت پاس کر لیتا ہے اس کا دماغی رجحان ڈاکٹر بننے کا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باوجود بچے کی طبیعت کے اس رجحان کے اکثر والدین اس کو آرٹس کی طرف کیوں لے جاتے ہیں میرے ذاتی علم میں بعض ایسی مثالیں ہیں کہ ماں باپ نے یہ سوچا کہ بچہ کا رجحان تو میڈیکل لائن اختیار کرنے کا ہے جس کے بعد وہ میڈیکل کالج میں داخل ہوسکتا ہے لیکن اگر سائنس کے مضمون لے تو خرچ زیادہ آئے گا اس لئے اس کو آرٹس کی طرف لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ظلم ہے اسے ذہنی طور پر ڈاکٹر بننے کے لئے پیدا کیا گیا تھا اسے وہ تمام سہولتیں میسر آنی چاہئیں جن کی بناء پر وہ ڈاکٹر بن سکے۔

پھر میں نے کالج میں دیکھا ہے بعض لڑکے بڑے ذہین ہوتے ہیں بڑے محنتی ہوتے ہیں لیکن انہیں کھانے پینے کے لئے جو میسر آتا ہے اس سے وہ اپنی صحت کو برقرار نہیں رکھ سکتے کمزور ہو جاتے ہیں۔ اسلام کا اقتصادی نظام ہمیں یہ کہتا ہے کہ تمہارا یہ فرض ہے کہ تم دیکھو کہ بچے کو صرف زندہ رہنے کے لئے غذا نہ ملے بلکہ اسے اس کے ذہنی رجحان کے مطابق غذا دو تا وہ صحت مند ڈاکٹر بنے۔ جس کے لئے دوسرے مضمونوں سے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے اور اچھے ذہن کو اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے محنت بہر حال زیادہ کرنی پڑتی ہے اس واسطے دماغی کام جتنا بوجھ اس پر ڈال رہا ہے اسے اسی قسم کی غذا ملنی چاہئے ایک شخص مثلاً سارا دن ہل چلاتا ہے وہ اپنی طبیعت اور جسمانی کام کی وجہ سے زیادہ آٹا استعمال کر کے اپنی صحت کو برقرار رکھتا ہے لیکن کالج کے ایک طالب علم کو جو کلاس کے علاوہ دس پندرہ گھنٹے کام کر رہا ہو اس کو وہی آٹا دے دیں تو وہ اپنی صحت کو برقرار نہیں رکھ سکتا بلکہ وہ شاید اور زیادہ بیمار ہو جائے کیونکہ اسے اور قسم کی غذا کی ضرورت ہے۔ پس اسلام کا اقتصادی نظام یہ کہتا ہے کہ ایسے طالب علم کو اس کی ضرورت کے مطابق غذا ملنی چاہئے۔

میں ایک دفعہ اپنے کالج کے دفتر سے گھر کی طرف جا رہا تھا راستے میں مجھے ایک طالب علم ملا جس کے متعلق مجھے علم تھا کہ وہ بڑا محنتی اور ہوشیار طالب علم ہے کوئی مہینے ڈیڑھ تک یونیورسٹی کے امتحان ہونے والے تھے میں نے دیکھا کہ اس کا رنگ زرد اور منہ پر دھبے پڑے ہوئے ہیں بیمار شکل ہے یہ دیکھ کر مجھے بڑا سخت صدمہ پہنچا کہ میں نے اس کی صحت کا خیال نہیں رکھا ویسے وہ عام کھانا تو کھا رہا تھا لیکن ایسے

کھانے پر اسلام کا اقتصادی نظام نہیں ٹھہرتا۔ میں نے سوچا کہ میں نے ظلم کیا کشتی رانی کرنے والے طلبہ کو تو میں سویا بین دیتا ہوں لیکن جو دن رات محنت کرنے والے طلبہ ہیں ان کو میں سویا بین نہیں دیتا میں نے تو بڑی غلطی کی۔ چنانچہ اس کو تو میں نے کہا کہ مجھ سے سویا بین لے جا کر استعمال کرنا (لیکن بعد میں میں نے تمام محنتی ذہین طلبہ کو سویا بین دینے کا انتظام کر دیا) پہلے اسے مناسب حال غذا نہیں مل رہی تھی اب جب اسے مناسب حال غذا ملی تو پندرہ دن کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے کے دھبے دور ہو گئے چہرے پر سرخی آ گئی آنکھوں میں زندگی اور توانائی کی علامات نظر آنے لگیں اور وہ امتحان میں بڑی اچھی طرح سے پاس ہوا اچھے نمبر تو وہ ویسے بھی لے لیتا لیکن یہ بھی ہوسکتا تھا کہ ساری عمر کے لئے وہ بیمار پڑ جاتا کئی ایسے عوارض اسے لاحق ہو جاتے جن سے چھٹکارا پانا اس کے لئے ناممکن ہو جاتا۔

پس اسلام کا اقتصادی نظام صرف یہ نہیں کہتا کہ ایسے طالب علم کو صرف زندہ رکھنا ہے اسلام کا اقتصادی نظام یہ کہتا ہے کہ ایسے طالب علم کی خداداد قوت اور استعداد کی نشوونما کو کمال تک پہنچانے کے لئے جو بھی اس کی ضرورت ہے وہ پوری کرنی ہے پھر آگے جا کر اس کے لئے یہ انتظام بھی ہونا چاہئے کہ وہ میڈیکل کالج میں داخل بھی ہو سکے پھر یہ انتظام بھی ہونا چاہئے کہ بعد میں Research میں اگر اس کا دماغ چلتا ہے تو اس کی انتہا تک پہنچ جائے۔

خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں قوموں کے درمیان مقابلے اور مسابقت کی روح پیدا کی ہے ان میں سے بعض مقابلے جائز اور اچھے ہیں بعض بُرے بھی ہیں ان کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے لیکن اچھی باتوں میں ہم نے بہر حال مقابلہ کرنا ہے جب تک یہ انتظام نہ کیا جائے اس وقت تک ہم ان قوموں سے جو دنیا کے ہر میدان میں اس وقت ہم سے آگے نکلی ہوئی ہیں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اسلام کے اقتصادی نظام پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم ان سے مقابلہ کر سکتے ہیں کیونکہ جن برائیوں میں وہ پھنسے ہوئے ہیں اسلام کا اقتصادی نظام ہمارے نوجوانوں کو ان سے محفوظ رکھے گا۔

غرض اسلام کا اقتصادی نظام اس بنیاد پر قائم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اس کی قوتوں اور استعدادوں کو بھی پیدا کیا ان قوتوں اور استعدادوں کے مطابق سامان بھی پیدا کئے اور پھر ان کی نشوونما کو کمال تک پہنچانے کے سامان بھی پیدا کئے۔ اسلام کا اقتصادی نظام صفات باری کے پرتو کے نیچے ہر انسان کا یہ حق تسلیم کرتا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور نے تو کوئی چیز پیدا نہیں کی پھر

ہمیں یہ بتایا کہ چونکہ ایک طرف ہر ایک کو قوت دی اور اس قوت کی صحیح نشو ونما کے لئے ہر قسم کے سامان دیئے تو دوسری طرف مختلف انسانوں کو مختلف قوتیں اور استعدادیں دے کر ایک تفاوت پیدا کر دیا اور یہ تفاوت ابتلا اور امتحان کیلئے پیدا کیا۔ اسلام کے نزدیک کسی کا مالدار ہونا یہ ثابت نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہے نہ کسی کا غریب ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے ناراض ہے بلکہ ہر دو کو اللہ تعالیٰ نے ایک امتحان اور ابتلا میں ڈالا اگر وہ اس پر پورے اترے تو ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی اور اخروی زندگی میں بھی جنت کے سامان پیدا کر دیئے ہر قسم کی رضائے الٰہی کے سامان یعنی اس دنیا کی زیادہ سے زیادہ نشو ونما اور ارتقا اور زیادہ سے زیادہ قرب الٰہی کے حصول کے سامان پیدا کر دیئے۔

اگر یہ تفاوت نہ ہوتا ایک شخص کے اندر انتظامی قابلیت اور تجارتی میلان طبع نہ ہوتا تجارت کی سوجھ بوجھ نہ ہوتی تو وہ کروڑ پتی نہ بنتا اس کو کہا کہ تو اپنی قوت کو نشو ونما دے اور جائز ذرائع سے جتنا کما سکتا ہے کما۔ جب اس نے کما لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا کہ جو ہم نے تمہیں کمانے کی قوت دی تھی اور تجارت کی سوجھ بوجھ عطا کی تھی اس کے نتیجہ میں تم نے پانچ کروڑ روپیہ کما لیا لیکن اب ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ پانچ کروڑ تمہارا نہیں کیونکہ اس میں سے تین کروڑ روپیہ وہ ہے جس کا تعلق تیرے بھائیوں کے ساتھ ہے وہ اس سے فائدہ حاصل کریں گے اس واسطے 3/5 ان کو دے دے۔

تقسیم پیداوار کے جو اصول ہیں وہ اسی بنیاد پر بنائے گئے ہیں کہ ہر انسان کی ضرورت (اس وسیع معنے میں جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے) پوری ہونی چاہئے جائز ضرورت ہو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والی چیز نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے بغاوت کے آثار نہ ہوں اس میں خالص اطاعت ہو اور جتنی ضرورتیں ہیں روحانی جسمانی وغیرہ ان کے سامان ہوں (آگے اس کی بڑی لمبی تفصیل ہے) لیکن ہر ضرورت پوری ہونی چاہئے۔ اگر اس کی قوت اور استعداد ایسی بنائی کہ وہ اس معاشرے کو حسین بنانے میں تو کامیاب ہوا لیکن اپنی اور اپنے بچوں کی اور اپنے Dependents (زیر کفالت افراد) کی ساری ضرورتوں کو پورا کرنے میں کامیاب نہ ہوا تو خدا تعالیٰ نے اسے کہا کہ تم گھبراؤ نہیں یہ تفاوت جو آپس میں رکھا گیا ہے اس کے نتیجہ میں تیری ضرورت کی اشیا ہم نے دوسرے کے گھر میں اس کی قوتوں کی وجہ سے بھیج دی ہیں لیکن سے یہ حکم دیا ہے کہ وہ تیرے گھر واپس کرے۔ پس اس طرح ایک امن کا معاشرہ قائم ہو جاتا ہے۔

پھر رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کی صفت کے نتیجہ میں جو اقتصادی نظام قائم ہوا اس میں نسل کا یا قوم کا یا مذہب

کا کوئی دخل نہیں رکھا گیا کیونکہ ربوبیت عالمین کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مخلوق کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔ اس مخلوق میں سے مثلاً کوئی ابوجہل بن جاتا ہے۔ پس اس کی اقتصادی ضرورتیں تو بہرحال پوری ہونی چاہئیں کیونکہ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ نے اسے پیدا کیا اور اس کی ضرورتوں کو بھی پیدا کیا اور اس کی قوتوں اور طاقتوں کو بھی پیدا کیا وہ اس سے حساب لے گا بعض دفعہ اس دنیا میں بھی لیتا ہے اور بہتوں کا اس دنیا میں حساب نہیں لیتا اس دنیا میں لے لیتا ہے لیکن ان کے ساتھ جو سلوک ہے (اس وقت میں اقتصادی سلوک کی بات کر رہا ہوں) وہ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کی صفت کو قائم کرتے ہوئے ہونا چاہئے۔ ربوبیت عالمین کا جلوہ اس کے اندر نظر آنا چاہئے۔ ایک شخص اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتا ہے، ایک دوسرا ہے جو بتوں کی پرستش کرتا ہے ایک دہریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ مجھ سے دور جا رہا ہے تو خود نقصان اٹھائے گا میں رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ہوں اگر تم میرے بندے ہو تو میرے قائم کردہ اقتصادی نظام پر تمہیں عمل کرنا پڑے گا اور وہ یہ ہے کہ جب میں نے اس گالیاں دینے والے انسان کو پیدا کیا اس کی قوتوں اور طاقتوں کو بھی میں نے ہی پیدا کیا اور ان کی نشوونما کے تمام جسمانی اسباب بھی میں نے پیدا کئے بعض کو اس نے ٹھکرا دیا میری طرف سے اس کو سزا ملے گی لیکن جس قسم کے نشوونما کے سامان تم پیدا کر سکتے ہو ان میں روحانی بھی آجاتے ہیں یعنی اس کو تبلیغ اور وعظ و نصیحت کرنا اخلاقی بھی آجاتے ہیں کہ اس کو سمجھانا کہ یہ چیزیں اخلاق کے لئے بری ہیں اور جسمانی بھی آجاتے ہیں کہ اس کی ضرورتوں کو پورا کرنا۔ اگر آج ابوجہل کے کسی مثیل کے ہاں یا بت پرست کے ہاں یا ہندو کے ہاں بچہ پیدا ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا ڈاکٹر بننے کی طاقت دی ہو اور اسی قسم کا ایک اور بچہ اعلیٰ قوتوں اور استعدادوں کے ساتھ ایک مسلمان کے گھر پیدا ہو تو اسلام کا اقتصادی نظام یہ کہتا ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کرنا بلکہ ہر دو کی قوتوں کی نشوونما کے سامان مہیا کرنے ہیں ان سے تعاون کرنا ہے ان کی مدد کرنی ہے اور پوری کوشش کرنی ہے کہ وہ اپنی قوتوں کو بڑھاتے چلے جائیں اور ممکن ہے اپنی اپنی Lines میں اپنی اپنی شق میں وہ سب سے اچھے اور چوٹی کے ڈاکٹر بن جائیں۔ ایک بت پرست کا بیٹا ہوگا ایک خدائے واحد و یگانہ کی پرستش کرنے والے کا بیٹا اور خود بھی توحید باری پر قائم ہوگا لیکن جہاں تک اقتصادی تعلقات کا سوال ہے اسلام یہ کہتا ہے کہ ان تعلقات کو رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کی بنیاد پر قائم کیا جائے۔ بعض مذاہب یا بعض فرقے دینے کی بجائے حقوق غصب کرنے کی طرف بھی مائل ہو جاتے ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ جو نظام صفت ربوبیت کے جلوے

دکھانے کے لئے قائم کیا گیا ہے اس میں یہ بات نہیں برداشت کی جاسکتی کہ چونکہ عقیدہ ہم سے مختلف ہے اس لئے ان کو لوٹ لو۔غرض دنیا کے خواہ کسی ملک کا رہنے والا ہو کسی بھی مذہب سے اس کا تعلق ہو اللہ تعالیٰ کو مانتا ہو یا نہ مانتا ہو اسلام کا اقتصادی نظام جہاں جاری ہوگا وہاں کوئی تفریق نہیں ہوگی ایک ہی معیار ہوگا اور وہ یہ کہ جتنی طاقت رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ نے اس کو دی ہے جتنی استعداد اس کو عطا کی گئی ہے اس وقت اور استعداد کی صحیح اور پوری نشوونما کا سامان ہم نے مہیا کرنا ہے۔

غرض اسلام کا اقتصادی نظام ان چار بنیادی صفات باری پر قائم ہے رَبّ، رَحْمٰن، رَحِیْم اور مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ لیکن نمایاں ربوبیت عالمین ہے۔ربوبیت عالمین کے ضمن میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ جس کے پاس زائد چلا گیا وہ آگے دوسروں کو کیوں دے؟ دوسرے کا حق کیوں تسلیم کرے؟ اس لئے فرمایا کہ وہ مالک ہے حقیقی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے غیر اللہ کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔پس چونکہ وہ مالک ہے اس واسطے مالک نے جو رب ہے اپنی مرضی اور علم کامل سے یہ حکم دیا ہے کہ کس کو دو کس کو نہ دو۔اور اگر دو تو کتنا دو۔ایک کروڑ پتی خدا رسیدہ مسلمان صبح وشام استغفار کرتا ہے دعائیں کرتا ہے اور وہ سوچتا ہے کہ قرآن کریم نے اس کے مال کی تقسیم کے کون سے راستے بیان کئے ہیں تا کہ میں اس کے مطابق تقسیم کروں۔ جتنا حق مجھے دیا ہے وہ حق میں لے لوں اور جو دوسروں کا حق ہے اسے میں غضب کرنے والا نہ بنوں پس جو مالک ہے وہی حق قائم کرسکتا ہے یعنی ربّ نے پیدا کیا پھر وہ مالک ہے قوتیں اور استعدادیں بھی اس کی ملکیت ہیں اور ان کی نشوونما کے سامان بھی اسی کی ملکیت ہیں اور اس نے بتایا ہے کہ کتنا کسی کو دینا ہے اور ربوبیت عالمین کی وجہ سے یہ اعلان کیا کہ ہر شخص کی ضرورت اس حد تک پوری کرو کہ اس کی نشوونما میں کوئی نقص پیدا نہ ہو اور اس کی یہ نشوونما اپنے کمال کو پہنچ جائے پس سوال پیدا ہوتا تھا کہ زید سے لے کر بکر کو دینے کا کیا حق ہے اور کیوں ایسا کیا جائے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک صفت یہ بتائی کہ میں مالک ہوں تمہاری ملکیت ہی نہیں۔ جب ہر چیز میری ہے تو جس طرح میں کہوں اسی طرح تمہیں خرچ کرنی چاہئے اور جو حقوق میں قائم کروں وہی حقوق قائم ہوں گے کسی اور کا حق نہیں کہ وہ حق کو قائم کرے کیونکہ وہ مالک نہیں اسے اختیار ہی نہیں ہے اس کی ملکیت کا دعویٰ ہی غلط ہے۔

حقوق کے قیام میں پھر آگے دو چیزیں ہمیں نظر آتی ہیں دراصل یہ امہات الصفات ہی ہیں جن کے گرد سارا اقتصادی نظام چکر لگا رہا ہے۔ربوبیت اور رحمانیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک تو قوتوں

اور استعدادوں کی صحیح نشوونما کے سامان پیدا کئے اور کسی حق یا محنت کے بغیر اپنی طرف سے دے دیا ابھی انسان پیدا بھی نہیں ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے یہ سامان پیدا کر دیئے اور پیداوار یعنی جو اللہ تعالیٰ نے خلق کیا ہے اس کو آگے دو حصوں میں تقسیم کر دیا پہلا حصہ رحیمیت کے نتیجہ میں ملتا ہے کہ جتنی مزدوریاں اور اجرتیں ہیں اور اس کے نتیجہ میں جو حقوق پیدا ہوتے ہیں وہ رحیمیت کے نتیجہ میں ہوتے ہیں یعنی کوئی جو بھی کام کرتا ہے اسے اس کام کا بدلہ ملنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اقتصادی نظام میں بھی کہا ہے کہ جتنا جتنا کسی نے کام کیا اتنا اتنا اسے ملنا چاہئے اور وقت پر ملنا چاہئے اور ایسے رنگ میں ملنا چاہئے کہ دینے والے کو یہ خیال نہ ہو کہ گویا میں احسان کر کے دے رہا ہوں اور اس کو ستانے اور تنگ کرنے لگ جائے یہ اس کا حق ہے اسی طرح جس طرح اگر وہ کسی کو قرض دے اور جب واپس لینے آئے تو اگلا کہے کہ دو دو پیسے کر کے لیا کرو کچھ لوگ قرض لے کر ایسا کرتے ہیں کہ احسان جتاتے ہیں کہ میں نے تم سے پانچ ہزار روپیہ لیا تھا دیکھو میں کتنا اچھا اور با اخلاق انسان ہوں میں نے تیرے پیسے مارے نہیں ہیں اور وہ واپس کر دیئے ہیں پس بعض لوگ اس طرح بھی کرتے ہیں۔

غرض رحیمیت کے جلوے بھی ہمیں اسلام کے اقتصادی نظام میں نظر آ رہے ہیں اور آگے اسلام نے اس کی بڑی تفصیل بتائی ہے کہ مزدور کو وقت پر اور پوری مزدوری دو اور ان دونوں باتوں کو بنیادی طور پر لازمی قرار دیا ہے لیکن چونکہ ربوبیت عالمین کے نتیجہ میں انسانی معاشرہ میں بعض نے امیر بن جانا تھا اور بعض نے غریب اس لئے خالی رحیمیت کے اوپر پیداوار کی تقسیم کو نہیں چھوڑا کہ جتنا کوئی کما لیتا ہے کما لے بلکہ ساتھ مالکیت کو بھی لگایا ہے کہ اگر اپنی ضرورت سے وہ کم کمائے یعنی اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کے بچوں وغیرہ یا خاندان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے سو اکائیاں (سو یونٹ) درکار ہوں وہ بڑی محنت کرتا ہے۔ اس کے بچے بھی اپنا وقت ضائع نہیں کرتے اور ان کا خرچ بھی صحیح ہے لیکن ان کو ساٹھ اکائیاں ملتی ہیں یعنی اس کی ضرورت میں سے ۴۰ فیصد کم رہ جاتا ہے تو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ مسلمان کو کہتا ہے کہ میں مالک ہونے کی حیثیت سے تمہیں کہتا ہوں کہ اس کے لئے میں نے جو چیز پیدا کی تھی اس میں سے اسے صرف ۶۰ فیصد ملا ہے اسے ۴۰ فیصد ابھی نہیں ملا یہ ۴۰ فیصد اسے مہیا کرو جو تمہیں امانتاً مل چکا ہے۔

پس اسلام کا اقتصادی نظام سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام ہر دو سے بالکل مختلف ہے ایک تو مثلاً یہی کہ جو نظام رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کی صفت کے جلوے سمیٹے ہوئے ہے سرمایہ داری کا نظام اس کا مقابلہ

نہیں کر سکتا کیونکہ سرمایہ داری کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ جن اقوام کو موقعہ ملا انہوں نے دوسری اقوام کو لوٹا۔ خود امیر بنے دوسروں کے حقوق غصب کئے اور جو اپنے حقوق نہیں تھے وہ سمجھے کہ یہ ہمارے حقوق ہیں اور وہ پورے ہونے چاہئیں افراد ہی کو غریب نہیں کیا قوموں کو بھی غریب کر دیا دوسری طرف اشترا کی نظام ہے اس میں (سرمایہ داری میں بھی بعض خوبیاں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بنیادی حکم دیا ہے کہ جس کی برائیاں زیادہ ہوں وہ ترک کر دینے کے قابل ہے) بھی کچھ خوبیاں ہیں لیکن اسلام کے اقتصادی نظام سے یہ اشترا کی نظام بھی مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ اسلام تو ہے ہی خوبی ہی خوبی، خیر ہی خیر اور حسن ہی حسن اسلام کے اقتصادی نظام پر کوئی بدنما داغ نہیں ہے کیونکہ یہ ہر انسان کے حقوق بشمولیت اقتصادی حقوق کی حفاظت کرنے والا ہے لیکن جب روس میں اشترا کی نظام قائم ہوا تو بڑے بڑے سرمایہ داروں کے حقوق نظر انداز کر دیئے گئے بجائے اس کے کہ اس ملک کے دوسرے شہری افراد جن کے پچاس فیصد حقوق پورے ہو رہے تھے اور پچاس فیصد حقوق تلف ہو رہے تھے اور یہ بڑے سرمایہ دار جن کے پاس ان کے اصل حقوق سے زیادہ مال موجود تھا ان سب سے یکساں سلوک کیا جاتا اور سرمایہ داروں سے صرف اتنا کہا جاتا کہ یہ زائد مال تمہارا نہیں ہے یہ لاؤ اور غریبوں کے حقوق کو پورا کروان سے اموال ہی نہیں چھینے بلکہ زندگیاں بھی چھین لیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو قوت اور استعداد ان کو دی تھی وہ بھی ہلاک کر دی گئی۔

خدا کی تقدیر ہی چلتی ہے لیکن یہ کبھی کسی شکل میں سامنے آتی ہے اور کبھی کسی شکل میں کبھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرتوں کے حسن کے اظہار کے لئے اپنی تقدیر کو دنیا میں ظاہر کرتا ہے کبھی اپنے بندوں کی بدصورتی کے اظہار کے لئے اپنی تقدیر کو ظاہر کرتا ہے۔ پس ان بندوں کی بدصورتی کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ کی تقدیر اس صورت میں ظاہر ہوئی کہ انہوں نے امیروں کو قتل ہی کر دیا اور ایک بڑا ظالمانہ رویہ اختیار کیا۔

اسلام اس ظلم کو برداشت نہیں کر سکتا جس طرح اس چیز کو برداشت نہیں کر سکتا کہ غریب پر ظلم ہو کیونکہ اسلام کی نگاہ میں جیسے ایک امیر خدا کی مخلوق ہے ویسے ہی ایک غریب بھی اس کی مخلوق ہے اور جیسا کہ ایک غریب اس کی مخلوق ہے ویسا ہی ایک امیر بھی اس کی مخلوق ہے ہر دو کے حقوق کی حفاظت اسلام اور اسلام کا اقتصادی نظام کرتا ہے لیکن نہ سرمایہ داری کا عمل اور نہ اشترا کیت کا طریق یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہر انسان کے حق کو اس نے قائم کرنا اور ادا کرنا ہے اور نہ اس پر پورا اترتا ہے۔ اس کے مقابلے میں خدا تعالیٰ کی عبودیت کے پہلے تقاضے کا جلوہ ہمارے سامنے اسلام کا اقتصادی نظام یہ پیش کرتا ہے کہ تمام

انسان برابر ہیں ہر انسان میں جو قوت اور استعداد پائی جاتی ہے رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ نے اس کی صحیح اور کامل نشو ونما کی ذمہ داری لی ہے کوئی دوسرا نظام اس قسم کی ذمہ داری نہیں لیتا۔

پس اسلام کا اقتصادی نظام مستقل حیثیت میں ارفع اور اعلیٰ شکل میں دنیا مین قائم ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے جتنے تقاضے ہیں انہیں پورا کرنے والا ہے۔ پہلا تقاضا یہ تھا کہ صفات باری تعالیٰ کے جلوے نظر آئیں کیونکہ اسلام جو توحید کو قائم کرنے والا ہے اس کے تمام احکام خدا تعالیٰ کی صفات کے جلوے ظاہر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کے سامان پیدا کرنے والے ہیں اس کی کوئی تعلیم ایسی نہیں جو توحید سے دور لے جانے والی ہو اس کی ہر تعلیم توحید کے قریب لے جانے والی ہے۔

غرض یہ اپنی نوعیت کا اکیلا ہی نظام ہے کوئی دوسرا نظام اس کے مقابلے پر نہیں آ سکتا اور بعض لوگ جو اسلام کی خوبیوں سے واقف نہیں وہ بعض دوسرے نظاموں کی خوبیوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں وہ اسلام پر کسی دوسری چیز کا پیوند لگانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اگر سونے پر پیتل کا پیوند لگایا جائے تو وہ سونے کی قدر و منزلت کو دوبالا نہیں کر سکتا۔ اسلام کا نظام تو ایک سونا ہے دوسرا ہر نظام کوئی تانبا ہے، کوئی پیتل ہے، کوئی لوہا ہے، کوئی کچھ ہے اور کوئی کچھ۔ اسلام کے اقتصادی نظام کے ساتھ اس کا مقابلہ ہی نہیں۔ پس خالص اقتصادی نظام قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اب جیسا کہ میں نے بتایا ہے گیارہ تقاضوں میں سے عبادت کا پہلا تقاضا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اسلام کا اقتصادی نظام اللہ تعالیٰ کی صفات میں غیر اللہ کی شرکت کے تصور سے منزہ ہے اور خدا تعالیٰ کی صفات کے جو تقاضے انسان پر عائد ہوتے ہیں مثلاً کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا رنگ اپنے اوپر چڑھاؤ۔ اسلام کا اقتصادی نظام ان تقاضوں کو پورا کرنے والا ہے اور صفات باری تعالیٰ کی بنیادوں پر جو اقتصادی نظام قائم کیا جائے اس کا مقابلہ وہ نظام نہیں کر سکتے جن کے قائم کرنے میں معرفت الٰہی اور عرفان صفات باری کا کوئی تعلق نہ ہو اور انسان کی اپنی عقل اور اپنی سمجھ بوجھ پر جن کا انحصار ہو۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳ / جولائی ۱۹۶۹ء صفحہ ۲ تا ۶)

☆......☆......☆